دیباچہ

موجودہ زمانے میں اسلام کے خلاف جو فتنے رُونما ہوئے ہیں اُن میں سے ایک بڑا فتنہ وہ نئی نبوت ہے جس کا دعویٰ اس صدی کے آغاز میں کیا گیا تھا اور جس کی دعوت ۶۰ سال سے اُمت میں گمراہی پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ دوسرے فتنوں کی طرح یہ فتنہ بھی دراصل صرف اس وجہ سے اٹھا اور پھیلا ہے کہ مسلمان عام طور پر اپنے دین سے جاہل ہیں۔ یہ جہالت اگر نہ ہوتی اور لوگ ختم نبوت کے مسئلے کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہوتے تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوت ایک مسلمان قوم کے اندر پھل پھول سکتا۔

آج بھی اِس فتنے کا قلع قمع کرنے کی صحیح اور مؤثر ترین تدبیر اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی حقیقت اور دین میں اُس کی اہمیت خوب سمجھا دی جائے اور اس سلسلے میں جو شبہات دلوں میں ڈالے جاتے ہیں انہیں معقول دلائل کے ساتھ رَد کر دیا جائے۔

اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ مختصر رسالہ مُرتب کیا گیا ہے اور اسے لاگت

پر فروخت کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ جو حضرات اسے مُفید پائیں اُن سے گزارش ہے کہ وہ اسے محض پڑھ کر نہ رہ جائیں بلکہ اس کے پھیلانے میں حتی الوسع پُورا حصہ لیں۔ ضرورت ہے کہ یہ ہر پڑھے لکھے آدمی تک پہنچے۔ اور پڑھے لکھے لوگ اسے اَن پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سُنائیں۔ اُمید ہے کہ اس سے نہ صرف وہ لوگ محفوظ ہو جائیں گے جو ابھی اس گمراہی سے متاثر نہیں ہوئے ہیں، بلکہ جو متاثر ہو چکے ہیں ان میں سے بھی حق پسند لوگوں کے سامنے حق واضح ہو جائے گا۔ البتہ ان لوگوں کا کوئی علاج اللہ کے سوا کسی کے پاس بھی نہیں ہے جو ایک غلط بات کو مان لینے کے بعد اپنے دل کے دروازے بند کر چکے ہیں۔

۱۲ر فروری ۱۹۶۲ء

ابوالاعلیٰ مودودی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختمِ نبوت

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۔ (الاحزاب ۴۰)

"(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسُول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

یہ آیت سُورۂ احزاب کے پانچویں رُکوع میں نازل ہوئی ہے۔ اس رُکوع میں اللہ تعالیٰ نے اُن کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان و افتراء کے طوفان اُٹھا رہے تھے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ زینبؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ بولے بیٹے کی بیوی تھیں۔ اور اس بنا پر وہ حضورؐ کی بہُو ہوتی تھیں۔ اب زیدؓ کے طلاق دینے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہُو سے نکاح کرلیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے ہوا ہے اور اس لیے ہوا ہے کہ مسلمانوں کے لیے اپنے مُنہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے جبکہ وہ اُنہیں طلاق دے چکے ہوں، نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے۔ پھر آیت نمبر ۳۸ و ۳۹ میں فرمایا کہ نبی پر جو کام اللہ فرض

کردے اس کے کرنے سے کوئی طاقت نبی کو باز نہیں رکھ سکتی۔ انبیاءؑ کا کام لوگوں سے ڈرنا نہیں بلکہ اللہ سے ڈرنا ہے اور ہمیشہ سے ان کے معاملہ میں اللہ کی سُنّت یہی رہی ہے کہ وہ کسی کی پرواکیے بغیر اللہ کے پیغام پہنچائیں اور بلا تردّد اس کے احکام بجالائیں۔ اس کے بعد یہ آیت ارشاد فرمائی جس میں مخالفین کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

اُن کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپؐ نے اپنی بہُو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپؐ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"۔ یعنی جس شخص کی مُطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا اگر مُنہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کرلینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہی ہوسکتا تھا، آخر اس کا کرنا کیا ضرور تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ۔ "مگر وہ اللہ کے رسُول ہیں"۔ یعنی ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کردیں اور اس کی حلت کے معاملے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔[1]

---

[1] منکرینِ ختمِ نبوت اس مقام پر یہ سوال کرتے ہیں کہ معترضین کا یہ اعتراض کس روایت میں وارد ہوا ہے؟ لیکن یہ سوال دراصل ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراضات نقل کیے بغیر ان کے جوابات دیئے ہیں، اور جواب کی عبارت سے خود بخود یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اعتراض کیا تھا جس کا یہ

پھر مزید تاکید کے لیے فرمایا: وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ "اور وہ خاتم النبیین ہیں" یعنی ان کے بعد کوئی رسُول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور مُعاشرے کی کوئی اصلاح اُن کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پُوری کردے، لہٰذا یہ اور بھی زیادہ ضروری ہوگیا تھا کہ اِس رسمِ جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔

اِس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا: وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ "اللہ ہر چیز کا عِلم رکھنے والا ہے" یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس رسمِ جاہلیت کو ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی نبی آنے والا نہیں ہے لہٰذا اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ سے اُس نے اس رسم کا خاتمہ اب نہ کرا دیا تو پھر کوئی دوسری ہستی دُنیا میں ایسی نہ ہو گی جس کے توڑنے

جواب دیا جا رہا ہے۔ یہاں بھی جواب خود اعتراض کا مضمون بیان کر رہا ہے۔ پہلے فقرے کے بعد ولکن (مگر) کے لفظ سے دُوسرا فقرہ شروع کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا جواب ہو جانے کے باوجود اس کا ایک سوال یا اعتراض باقی رہ گیا تھا جس کا جواب دُوسرے فقرے میں دیا گیا ہے۔ پہلے فقرے میں اُن کو اس اعتراض کا جواب مل چکا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہُو سے نکاح کیا ہے۔ اِس کے بعد ان کا یہ اعتراض باقی تھا کہ آخر اس کام کو کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اِس پر فرمایا گیا "مگر وہ اللہ کے رسُول اور خاتم النبیین ہیں۔" یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ زید کھڑا نہیں ہوا مگر بکر کھڑا ہوا ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ "زید کھڑا نہیں ہوا" سے ایک بات کا جواب مل جانے کے بعد سائل کا یہ سوال باقی رہ جاتا تھا کہ پھر کون کھڑا ہوا ہے؟ اِسی سوال کا جواب "مگر بکر کھڑا ہوا ہے۔" کا فقرہ دے رہا ہے۔

سے یہ تمام دُنیا کے مُسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے۔ بعد کے مُصلحین اگر اسے توڑیں گے بھی تو اُن میں سے کسی کا فعل بھی اپنے پیچھے ایسا دائمی اور عالمگیر اقتدار نہ رکھے گا کہ ہر ملک اور ہر زمانے میں لوگ اس کا اتباع کرنے لگیں، اور ان میں سے کسِی کی شخصیت بھی اپنے اندر اس تقدس کی حامل نہ ہو گی کہ کسی فعل کا محض اس کی سُنّت ہونا ہی لوگوں کے دلوں سے کراہیت کے ہر تصور کا قلع قمع کر دے۔

قرآن کے سیاق و سباق کا فیصلہ

ایک گروہ جس نے اِس دَور میں نئی نبوّت کا فتنۂ عظیم کھڑا کیا ہے لفظ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے معنی "نبیوں کی مُہر" کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء بھی آئیں گے وہ آپ کی مُہر لگنے سے نبی بنیں گے یا بالفاظ دیگر جب تک کسی نبوت پر آپ کی مُہر نہ لگے وہ نبی نہ ہو سکے گا۔

لیکن جس سلسلۂ بیان میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس کے اندر رکھ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہوں تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں، مقصود کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اِس بات کا کیا تُک ہے کہ اُوپر سے تو نکاح زینب پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کیے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکایک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمدؐ نبیوں کی مُہر ہیں، آئندہ جو نبی بھی بنے گا، اُن کی مُہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے بلکہ اس سے وہ استدلال اُلٹا کمزور ہو جاتا ہے جو اُوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔ اِس صُورت میں تو معترضین کے لیے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپؐ یہ کام

اُس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اِس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ کے بعد آپ کی مُہر لگ لگ کر جو انبیاء آتے رہیں گے اُن میں سے کوئی اُسے مٹادے گا۔

ایک دوسری تاویل اِس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ "خاتم النبیّین" کے معنی افضل النبیین کے ہیں، یعنی نبوّت کا دروازہ تو کھُلا ہوا ہے، البتہ کمالاتِ نبوت حضورؐ پر ختم ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو اُوپر ہم نے بیان کی ہے۔ سیاق و سباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتا، بلکہ اُلٹا اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفّار و منافقین کہہ سکتے تھے کہ حضرت، کم تر درجے کے ہی سہی، بہر حال آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے پھر کیا ضرور تھا کہ اس رسم کو بھی آپ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔

لُغت کی رُو سے خاتم النّبیّین کے معنی

پس جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النّبیین کے معنی سلسلۂ نبوّت کو ختم کر دینے والے ہی کے لیے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے لیکن یہ صرف سیاق ہی کا تقاضا نہیں ہے، لُغت بھی اسی معنی کی مقتضی ہے۔ عربی لُغت اور محاورے کی رُو سے "ختم" کے معنی مُہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے، اور کسی کام کو پُورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

خَتَمَ العَمَلَ کے معنی ہیں فرغ من العمل کام سے فارغ ہوگیا۔

خَتَمَ الْاِنَاءَ کے معنی ہیں "برتن کا مُنہ بند کر دیا اور اُس پر مُہر لگا دی تاکہ نہ کوئی چیز اُس میں سے نکلے اور نہ کچھ اُس کے اندر داخل ہو"۔

خَتَمَ الْکِتَابَ کے معنی ہیں "خط بند کر کے اُس پر مُہر لگا دی تاکہ خط محفوظ ہو جائے"۔

خَتَمَ عَلَی القَلْبِ "دل پر مُہر لگا دی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے"۔

خِتَامُ کُلِّ مَشْرُوْبٍ۔ "وہ مزا جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے"۔

خَاتِمَۃُ کُلِّ شَیْئٍ عَاقِبَتُہٗ وَاٰخِرَتُہٗ "ہر چیز کے خاتمہ سے مُراد ہے اُس کی عاقبت اور آخرت۔"

خَتَمَ الشَّیْئَ، بَلَغَ اٰخِرَہٗ "کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے آخر تک پہنچ جانا"۔ اِسی معنی میں ختم قرآن بولتے ہیں اور اسی معنی میں سُورتوں کی آخری آیات کو خواتیم کہا جاتا ہے۔

خَاتَمُ الْقَوْمِ، اٰخِرُھُمْ "خاتم القوم سے مُراد ہے قبیلے کا آخری آدمی"۔ (ملاحظہ ہو لسانُ العَرب، قامُوس اور اقرب الموارد[1])

---

[1] یہاں ہم نے لُغت کی صرف تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے لیکن بات اِنہی تین کتابوں پر مُنحصر نہیں ہے۔ عربی زبان کی کوئی مُعتبر لُغت اُٹھا کر دیکھ لی جائے، اس میں لفظ خاتم کی یہی تشریح ملے گی۔ لیکن مُنکرینِ ختمِ نبوّت خدا کے دین میں نقب لگانے کے لیے لُغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المُفسّرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے اِس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسّر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اُس شخص پر ختم ہوگئے حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل

اسی بنا پر تمام اہلِ لغت اور اہلِ تفسیر نے بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے لیے ہیں۔ عربی لغت و محاورے کی رُو سے خاتم کے معنی ڈاک خانے کی مُہر کے نہیں ہیں جسے لگا کر خطوط جاری کیے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ مُہر ہے جو لفافے پر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

ختمِ نبوت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

لغت اور قرآن کے سیاق و سباق کے لحاظ سے اس لفظ کا جو مفہوم ہے اسی کی تائید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند صحیح ترین احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی، وانہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء (بخاری، کتاب المناقب، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاءؑ کیا کرتے تھے جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ اگر کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنی میں بولا جاتا ہو تو وہی معنی اس کے اصل معنی بن جائیں اور لغت کی رُو سے جو اس کے حقیقی معنی ہیں اُن میں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ آپ کسی عرب کے سامنے جب کہیں گے کہ جَاءَ خَاتَمُ الْقَوْمِ تو وہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لے گا کہ قبیلے کا فاضل و کامل آدمی آگیا، بلکہ اُس کا مطلب وہ یہی لے گا کہ پُورا کا پُورا قبیلہ آگیا ہے حتّٰی کہ آخری آدمی جو رہ گیا تھا وہ بھی آگیا۔

(۲) قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ و یقولون ہلا وضعت ہذہ اللبنۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاءؑ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اُس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی نبی آئے)

اسی مضمون کی چار حدیثیں مسلم، کتاب الفضائل، باب خاتم النبیین میں ہیں اور آخری حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَجِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ۔ "پس میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا"۔

یہی حدیث انہی الفاظ میں ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی، اور کتاب الآداب، باب الامثال میں ہے۔

مُسند ابوداؤد طیالسی میں یہ حدیث جابرؓ بن عبداللہ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلے میں آئی ہے اور اُس کے آخری الفاظ یہ ہیں: خُتِمَ بی الانبیاء "میرے ذریعہ سے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا"۔

مُسند احمد میں تھوڑے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ اس مضمون کی احادیث حضرت اُبی بن کعب، حضرت ابوسعید خُدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی گئی ہیں۔

(۳) ان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فُضِّلتُ علی الانبیاء بِستٍّ، اعطیت جوامع الکلم، ونُصِرتُ بالرعب، واحلت لی الغنائم، وجُعلت لی الارض مسجدًا وطهورًا، واُرسلتُ الی الخلق کافة، وخُتم بی النبیون۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

رسُول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاءؑ پر فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔ (۲) مجھے رُعب کے ذریعہ سے نُصرت بخشی گئی۔ (۳) میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیے گئے۔ (۴) میرے لیے زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ رُوئے زمین میں ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمم کرکے وضو کی حاجت بھی پُوری کی جا سکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی (۵) مجھے تمام دُنیا کے لیے رسول بنایا گیا۔ (۶) اور میرے اُوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

(۴) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور

لا نبی (ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذہاب النبوة۔ مسند احمد، مرویات انس بن مالک)

نہ نبی۔

(۵) قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انا محمدٌ وانا احمدُ وانا الماحی الذی یُمحی بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علے عقبی، وانا العاقب الذی لیس بعدہٗ نبی (بخاری ومسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی۔ ترمذی، کتاب الآداب، باب اسماء النبی، مؤطا، کتاب اسماء النبی۔ المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ، باب اسماء النبی)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے)۔ اور میں عاقب ہوں۔ اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(۶) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یبعث نبیًا الاحذّر امته الدجّال وانا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم وهو خارج فیکم لا محالة۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الدجال)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی اُمت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر اُن کے زمانے میں وہ نہ آیا)۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے۔

(۷) عن عبد الرحمٰن بن جبیر قال سمعت عبد اللہ بن عمرو بن

عبدالرحمٰنؒ بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کو یہ کہتے سُنا کہ ایک

عاص یقول خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یومًا کالمودع فقال انا محمد النبی الامی ثلاثًا ولا نبی بعدی (مسند احمد، مرویات عبداللہ بن عمرو بن عاص)

روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے نکل کر ہمارے درمیان تشریف لائے اس انداز سے کہ گویا آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا" میں محمد نبی اُمّی ہوں" پھر فرمایا" میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبوۃ بعدی الا المبشرات ۔ قیل وما المبشرات یارسول اللہ؟ قال الرؤیا الحسنۃ او قال الرؤیا الصالحۃ (مسند احمد۔ مرویات ابوالطفیل ۔ نسائی ۔ ابوداؤد ۔)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں" عرض کیا گیا، وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یارسول اللہ؟ فرمایا اچھا خواب یا فرمایا صالح خواب (یعنی وحی کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا بھی تو بس اچھے خواب کے ذریعہ سے مل جائے گا۔

(۹) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی، کتاب المناقب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔

(۱۰) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ، الا انہ لا نبی بعدی (بخاری ومسلم،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا، میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی، مگر میرے بعد کوئی

کتاب فضائل الصحابہ)

نبی نہیں ہے۔

بخاری ومسلم نے یہ حدیث غزوۂ تبوک کے ذکر میں بھی نقل کی ہے۔ مُسند احمد میں اس مضمون کی دو حدیثیں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت کی گئی ہیں جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یوں ہے۔ الا انہ لا نبوۃ بعدی" مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔" ابوداؤد طیالسی، امام احمد اور محمد بن اسحاق نے اس سلسلے میں جو تفصیلی روایات نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جاتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مدینۂ طیبہ کی حفاظت ونگرانی کے لیے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ منافقین نے اس پر طرح طرح کی باتیں ان کے بارے میں کہنی شروع کر دیں۔ انہوں نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا: " یارسُول اللہ، کیا آپ مجھے عورتوں اور بچّوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟" اس موقع پر حضورؐ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ" تم تو میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ رکھتے تھے۔" یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑا تھا اسی طرح میں تم کو مدینے کی حفاظت کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضورؐ کو اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارونؑ کے ساتھ یہ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کی موجب نہ بن جائے اس لیے فوراً آپؐ نے یہ تصریح فرما دی کہ میرے بعد کوئی شخص نبی ہونے والا نہیں ہے۔

(۱۱) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔ وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی بعدی۔

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ اور یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہونگے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا

(ابوداؤد، کتاب الفتن) دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداؤد نے کتاب الملاحم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے بھی حضرت ثوبانؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ "یہاں تک کہ اٹھیں گے تیس کے قریب جھوٹے فریبی جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

(۱۲) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد فعمر۔ (بخاری، کتاب المناقب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمر ہوگا۔

مسلم میں اس مضمون کی جو حدیث ہے اس میں یکلمون کے بجائے یحدثون کا لفظ ہے لیکن مکلم اور محدث دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی ایسا شخص جو مکالمۂ الٰہی سے سرفراز ہو، یا جس کے ساتھ پردۂ غیب سے بات کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر مخاطبۂ الٰہی سے سرفراز ہونے والے بھی اس امت میں اگر کوئی ہوتے تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔

(۱۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا امۃ بعد امتی۔ (بیہقی، کتاب الرؤیا، طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نئے

آنے والے نبی کی امت) نہیں۔

(۱۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی آخر الانبیاء و ان مسجدی آخر المساجد (مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجد مکۃ والمدینۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی مسجد نبوی) ہے۔[1]

---

[1] منکرینِ ختمِ نبوت اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخر المساجد فرمایا، حالانکہ وہ آخری مسجد نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی بیشمار مسجدیں دنیا میں بنی ہیں، اسی طرح جب آپؐ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپ کے بعد نبی آتے رہیں گے، البتہ فضیلت کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ لیکن درحقیقت اسی طرح کی تاویلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ صحیح مسلم کے جس مقام پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کے سلسلے کی تمام احادیث کو ایک نظر ہی آدمی دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کس معنی میں فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے حوالے سے جو روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جن کو عام مساجد پر فضیلت حاصل ہے، جن میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے، اور اسی بنا پر صرف انہی تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے، باقی کسی مسجد کا یہ حق نہیں ہے کہ آدمی دوسری مسجدوں کو چھوڑ کر خاص طور پر ان میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرے۔ ان میں سے پہلی مسجد، مسجد الحرام ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسری مسجد، مسجد اقصیٰ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ اور تیسری مسجد، مدینۂ طیبہ کی مسجد نبوی ہے جس کی بنا

یہ احادیث بکثرت صحابہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی قوی سندوں سے نقل کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو چکا ہے، اور آپ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں وہ دجال وکذاب ہیں۔ قرآن کے الفاظ "خاتم النبیین" کی اس سے زیادہ مستند و معتبر اور قطعی الثبوت تشریح اور کیا ہو سکتی ہے۔ رسولؐ پاک کا ارشاد تو بجائے خود سند و حجت ہے مگر جب وہ قرآن کی ایک نص کی شرح کر رہا ہو تب تو وہ اور بھی زیادہ قوی حجت بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حق دار اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اُسے قبول کرنا کیا معنی قابلِ التفات بھی سمجھیں؟

صحابہ کرامؓ کا اجماع

قرآن وسنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرامؓ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ حضورؐ کے ارشاد کا منشار یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لیے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو۔

اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی، ان سب کے خلاف صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔

اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مُسیلمہ کذّاب کا معاملہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مُنکر نہ تھا بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اُسے حضورؐ کے ساتھ شریکِ نبوت بنایا گیا ہے۔ اُس نے حضورؐ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

من مسیلمۃ رسول اللہ	مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول
الی محمدٍ رسول اللہ سلام علیک	اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ
فانی أشرکت فی الامر معک (طبری،	کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت،
جلد دوم، ص۳۹۹، طبع مصر)	کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔

اس صریح اقرار رسالت محمدی کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملّت قرار دیا گیا اور جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (In good faith) اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود شریکِ رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو اُن کے سامنے مُسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے شخص نے پیش کیا تھا جو مدینۂ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۵، ص ۵۱)۔ مگر اس کے باوجود صحابہ کرامؓ نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔ پھر یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں کہ صحابہؓ نے ان کے خلاف ارتداد کی بنا پر نہیں بلکہ بغاوت کے جرم میں جنگ کی تھی۔ اسلامی قانون کی رُو سے باغی مسلمانوں کے

حلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیرانِ جنگ غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ بلکہ مسلمان تو درکنار، ذمّی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے گا۔ اور جب وہ لوگ اسیر ہوئے تو فی الواقع ان کو غلام بنایا گیا، چنانچہ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصے میں آئی جس کے بطن سے تاریخ اسلام کی مشہور شخصیت محمد بن حنفیہ[1] نے جنم لیا (البدایہ والنہایہ، جلد ۶، ص ۳۱۶ و ۳۲۵) اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ نے جس جرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جُرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دُوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی ہے، ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں ہوئی ہے، اور صحابہ کی پُوری جماعت کے اتفاق سے ہُوئی ہے۔ اجماع صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

تمام عُلمائے اُمّت کا اجماع

اجماعِ صحابہ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائلِ دین میں جس چیز کو حجّت کی حیثیت حاصل ہے وہ دورِ صحابہ کے بعد کے علمائے امت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے، اور پوری دُنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق

---

[1] حنفیہ سے مُراد ہے قبیلۂ بنو حنیفہ کی عورت۔

ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا، اور یہ کہ جو بھی آپؐ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے، یا اس کو مانے، وہ کافر خارج از ملّتِ اسلام ہے، اس سلسلہ کے بھی چند شواہد مُلاحظہ ہوں:

(۱) امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ - ۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا: "مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں۔" اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا کہ "جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ لا نبی بعدی (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ - لابن احمد المکی - ج ۱ ص ۱۶۱ - مطبوعہ حیدر آباد ۱۳۲۱ھ)۔

(۲) علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ - ۳۱۰ھ) اپنی مشہُور تفسیر قرآن میں آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا مطلب بیان کرتے ہیں: الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہٗ الی قیام الساعۃ۔ "جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی، اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔ (تفسیر ابن جریر، جلد ۲۲، صفحہ ۱۲)۔

(۳) علّامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ - ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: "یقیناً وحی کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف، اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ محمدؐ نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔ مگر وہ اللہ کے رسُول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔" (المحلّی، ج ۱، ص ۲۶)۔

(۴) امام غزالی (۴۵۰ھ - ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں: "امّت نے بالاتفاق اس لفظ (لا نبی بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی نبی اور

کسی رسُول کے کبھی نہ آنے کی تصریح فرما چکے ہیں، اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کرکے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اُس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امّت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جاسکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے۔" (الاقتصاد فی الاعتقاد، ص ۱۱۳)۔

(۵) محی السنہ بغوی (متوفی ۵۱۰ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں: "اللہ نے آپؐ کے ذریعہ سے نبوت کو ختم کیا، پس آپ انبیاءؑ کے خاتم ہیں..... اور ابنِ عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (جلد ۳، ص ۱۵۸)۔

(۶) علّامہ زمخشری (۴۶۷ھ - ۵۳۸ھ) تفسیر کشّاف میں لکھتے ہیں: "اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی کیسے ہوئے جبکہ حضرت عیسٰیؑ آخر زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا، اور عیسٰی علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے، اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدیہ کے پیرو اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے، گویا کہ وہ آپ ہی کی امّت کے ایک فرد ہیں۔" (جلد ۲، ص ۲۱۵)۔

(۷) قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں: "جو شخص خود اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کرے، یا اس بات کو جائز رکھے کہ آدمی نبوت کا اکتساب کرسکتا ہے اور صفائی قلب کے ذریعہ سے مرتبۂ نبوت کو پہنچ سکتا ہے، جیسا کہ بعض فلسفی اور غالی صوفی کہتے ہیں، اور اسی طرح جو شخص نبوت کا دعویٰ تو نہ کرے مگر یہ دعویٰ کرے کہ

اس پر وحی آتی ہے..... ایسے سب لوگ کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے جھٹلانے والے ہیں کیونکہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پہنچائی ہے کہ آپ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں اور تمام انسانوں کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اور تمام امّت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے۔ اس کے معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام گروہوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں، بر بنائے اجماع بھی اور بر بنائے نقل بھی۔" (شفاء، جلد ۲، ص ۲۷۰-۲۷۱)

(۸) علامہ شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں: "اور اسی طرح جو کہے..... کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے (بجز عیسٰی علیہ السلام کے) تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے۔" (جلد ۳، ص ۲۴۹)۔

(۹) امام رازی (۵۴۳ھ - ۶۰۶ھ) اپنی تفسیر کبیر میں آیت خاتم النبیین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اِس سلسلۂ بیان میں وخاتم النبیین اِس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دُوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اُسے پورا کرسکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اس کو زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے کیونکہ اس کی مثال اس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بیٹے کا کوئی ولی یا سرپرست اُس کے بعد نہیں ہے۔" (جلد ۶، ص ۵۸۱)۔

(۱۰) علامہ بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں: "یعنی آپؐ انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں جس نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا، یا جس سے انبیاء کے سلسلے پر مُہر کر دی گئی۔ اور عیسٰی علیہ السلام کا آپ کے بعد نازل ہونا اس

ختمِ نبوت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ہی کے دین پر ہوں گے۔" (جلد ۴۔ ص ۱۶۴)۔

(۱۱) علامہ حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۰۱ھ) اپنی تفسیر "مدارک التنزیل" میں لکھتے ہیں: "اور آپ خاتم النبیین ہیں ... یعنی نبیوں میں سب سے آخری۔ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ رہے عیسیٰؑ تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔ اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی امت کے افراد میں سے ہیں۔" (ص ۴۷۱)۔

(۱۲) علامہ علاؤالدین بغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر "خازن" میں لکھتے ہیں: "وخاتم النبیین"۔ یعنی اللہ نے آپؐ پر نبوت ختم کردی اب نہ آپ کے بعد کوئی نبوت ہے نہ آپ کے ساتھ کوئی اس میں شریک وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا، یعنی یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں" (ج ۳۔ ص ۴۷۲)۔

(۱۳) علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور و معروف تفسیر میں لکھتے ہیں: "پس یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جب آپؐ کے بعد نبی کوئی نہیں تو رسول بدرجۂ اولیٰ نہیں ہے، کیونکہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا.... حضورؐ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجّال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے خواہ وہ کیسے ہی خرقِ عادت اور شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے...... یہی حیثیت ہر اُس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہو۔" (جلد ۳، ص ۴۹۳ - ۴۹۴)۔

(۱۴) علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں: "وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے۔" (ص ۷۶۸)۔

(۱۵) علامہ ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) اصول فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ و النظائر، کتاب السیر، باب الردہ میں لکھتے ہیں: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیونکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کا ماننا اور جاننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔" (ص ۱۷۹)۔

(۱۶) مُلّا علی قاری (متوفی ۱۰۱۶ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔" (ص ۲۰۲)۔

(۱۷) شیخ اسماعیل حقی (متوفی ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عاصم نے لفظ خاتَم ت کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی آلۂ ختم کے ہیں جس سے مُہر کی جاتی ہے۔ جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپا لگایا جائے۔ مُراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سب سے آخر تھے جن کے ذریعہ سے نبیوں کے سلسلے پر مُہر لگا دی گئی۔ فارسی میں اسے "مُہرِ پیغمبراں" کہیں گے، یعنی آپ سے نبوت کا دروازہ سربمہر کر دیا گیا اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ باقی قاریوں نے اسے ت کے زیر کے ساتھ خاتِم پڑھا ہے، یعنی آپ مُہر کرنے والے تھے۔ فارسی میں اس کو "مُہر کنندۂ پیغمبراں" کہیں گے۔ اس طرح یہ لفظ بھی خاتَم کا ہم معنی ہی ہے... اب آپ کی امت کے علماء آپ سے صرف ولایت ہی کی میراث پائیں گے، نبوت کی میراث آپ کی ختمیت کے باعث ختم ہو چکی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا آپ کے خاتم النبیین ہونے

میں قادح نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا... اور عیسیٰؑ آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپؐ ہی کے قبلے کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں گے۔ آپؐ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ ان کی طرف وحی آئیگی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے بلکہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے.... اور اہل سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا "لا نبی بعدی"۔ اب جو کہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا۔ اور اسی طرح اس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جو اس میں شک کرے کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے ممیز کردیا ہے۔ اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ باطل کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔ (جلد ۲۲، ص ۱۸۸)۔

(۱۸) فتاویٰ عالمگیری، جسے بارھویں صدی ہجری میں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے بہت سے اکابر علماء نے مرتب کیا تھا، اس میں لکھا ہے: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسُول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی" (جلد ۲، ص ۲۶۳)۔

(۱۹) علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں: جمہور نے لفظ خاتم کوت کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور عاصم نے زبر کے ساتھ

پہلی قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ نے انبیاءؑ کو ختم کیا، یعنی سب کے آخر میں آئے اور دُوسری قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ ان کے لیے مُہر کی طرح ہو گئے جس کے ذریعہ سے ان کا سلسلہ سربمُہر ہوگیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزین ہوا" (جلد ۴، ص ۲۷۵)۔

(۲۰) علامہ آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) تفسیر رُوح المعانی میں لکھتے ہیں: "نبی کا لفظ رسُول کی بہ نسبت عام ہے۔ لہٰذا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپؐ خاتم المرسلین بھی ہوں۔ اور آپؐ کے خاتم انبیاء ورسل ہونے سے مُراد یہ ہے کہ اس دُنیا میں وصف نبوت سے آپؐ کے متصف ہونے کے بعد اب جن وانس میں سے ہر ایک کے لیے نبوت کا وصف منقطع ہوگیا" (جلد ۲۲۔ ص ۳۲)۔ "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص وحی نبوت کا مدعی ہو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے" (جلد ۲۲۔ ص ۳۸)۔ "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی بات ہے جسے کتاب اللہ نے صاف صاف بیان کیا۔ سنت نے واضح طور پر اس کی تصریح کی۔ اور امت نے اس پر اجماع کیا۔ لہٰذا جو اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرے اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ (جلد ۲۲۔ ص ۳۹)۔

یہ ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلس تک۔ اور ٹرکی سے لے کر یمن تک ہر مسلمان ملک کے اکابر علماء و فقہاء اور محدثین ومفسرین کی تصریحات ہیں۔ ہم نے اُن کے ناموں کے ساتھ ان کے سنین ولادت و وفات بھی دے دیے ہیں جن سے ہر شخص بیک نظر معلوم کرسکتا ہے کہ پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک تاریخ اسلام کی ہر صدی کے اکابر ان میں شامل ہیں۔ اگرچہ ہم چودھویں صدی کے علمائے اسلام کی تصریحات بھی نقل کرسکتے تھے، مگر ہم نے قصداً انہیں اس لیے چھوڑ دیا کہ ان

کی تفسیر کے جواب میں ایک شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اس دور کے مدعیٔ نبوت کی ضد میں ختمِ نبوت کے یہ معنی بیان کیے ہیں۔ اس لیے ہم نے پہلے کے علماء کی تحریریں نقل کی ہیں، جو ظاہر ہے کہ آج کے کسی شخص سے کوئی ضد نہ رکھ سکتے تھے۔ ان تحریروں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک پوری دُنیائے اسلام متفقہ طور پر "خاتم النبیین" کے معنی "آخری نبی" ہی سمجھتی رہی ہے۔ حضورؐ کے بعد نبوت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے۔ اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس دعوے کو مانے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اب یہ دیکھنا ہر صاحبِ عقل آدمی کا اپنا کام ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا جو مفہوم لغت سے ثابت ہے، جو قرآن کی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے، جس کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دی ہے، جس پر صحابۂ کرامؓ کا اجماع ہے۔ اور جسے صحابۂ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک تمام دُنیا کے مسلمان بلا اختلاف مانتے رہے ہیں، اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم لینے اور کسی نئے مدعی کے لیے نبوت کا دروازہ کھولنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اور ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان تسلیم کیا جا سکتا ہے جنہوں نے بابِ نبوت کے مفتوح ہونے کا محض خیال ہی ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ اس دروازے سے ایک صاحب حریمِ نبوت میں بھی داخل ہو گئے ہیں، اور یہ لوگ ان کی نبوت پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔

اس سلسلے میں تین باتیں اور قابلِ غور ہیں:

کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ نبوت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآن مجید کی رُو سے یہ اسلام کے اُن بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر۔ اور وہ نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو کافر۔ ایسے ایک نازک معاملے میں تو اللہ تعالیٰ سے کسی بے احتیاطی کی بدرجۂ اولیٰ توقع نہیں کی جا سکتی۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں صاف صاف اس کی تصریح فرماتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس کا کھلا کھلا اعلان کراتا اور حضورؐ دُنیا سے کبھی تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی امت کو اچھی طرح خبردار نہ کر دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہوگا۔ آخر اللہ اور اس کے رسول کو ہمارے دین و ایمان سے کیا دشمنی تھی کہ حضورؐ کے بعد نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوتا اور کوئی نبی آنے والا بھی ہوتا جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہو سکتے مگر ہم کو نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا جاتا بلکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کا رسول دونوں ایسی باتیں فرما دیتے جن سے تیرہ سو برس تک ساری اُمت یہی سمجھتی رہی اور آج بھی سمجھ رہی ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرضِ محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بازپُرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پُوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت

ہی نے ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔ لیکن اگر نبوت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ اس کفر کی پاداش سے بچنے کے لیے وہ کونسا ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش کر سکتا ہے جس سے وہ رہائی کی توقع رکھتا ہو۔ عدالت میں پیشی ہونے سے پہلے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لے لینا چاہیے اور ہمارے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کرکے خود بھی دیکھ لینا چاہیے کہ جس صفائی کے بھروسے پر وہ یہ کام کر رہا ہے کیا ایک عقلمند آدمی اس پر اعتماد کرکے کفر کی سزا کا خطرہ مول لے سکتا ہے؟

اب نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟

دُوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عملِ صالح میں ترقی کرکے اپنے آپ کو اس کا اہل بنالیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو، بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لیے مامور کیا جاتا ہے۔ اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔

قرآن مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کے تقرر کی ضرورت کن کن حالات میں پیش آئی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔

اوّل یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اِس لیے ہوئی کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا تھا اور کسی دُوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

دوم یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہوگئی ہو اور اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیلِ دین کے لیے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضورؐ کو تمام دُنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور دُنیا کی تمام تمدّنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے، جو کتاب آپ لائے تھے اس میں ایک لفظ کی بھی کمی و بیشی آج تک نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپؐ نے اپنے قول و عمل سے دی اس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپ کے زمانے میں موجود ہیں۔

اس لیے دُوسری ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کردی گئی۔ لہٰذا تکمیل دین کے لیے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت تو اگر اس کے لیے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہوگئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں وجہ کونسی ہے جس کے لیے آپؐ کے کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اس لیے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے محض اصلاح کے لیے نبی دُنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لیے وہ آئے؟ نبی تو اس لیے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے اور وحی کی ضرورت یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لیے ہوتی ہے یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لیے یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لیے، قرآن اور سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہو چکی ہیں تو اب اصلاح کے لیے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ کہ انبیاء کی۔

نئی نبوت اب اُمت کیلیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اُٹھ کھڑا ہوگا۔ جو اس کو مانیں گے وہ ایک اُمت قرار پائیں گے اور جو اس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دُوسری اُمت ہوں گے۔ ان دونوں

اُمتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہوگا بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہوگا جو انھیں اس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنا عقیدہ نہ چھوڑ دے۔ پھر ان کے لیے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے۔ کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دُوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سِرے سے منکر ہوگا۔ اس بناء پر ان کا مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختمِ نبوت اُمّت مسلمہ کے لیے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس اُمّت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا۔ کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لیے ایک نبی بھیج دیا جائے۔ اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کردی جائے، اور جب اس نبی کی تعلیم کو پُوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دُنیا میں ہمیشہ کے لیے اہلِ ایمان کی ایک ہی امت بن سکے اور

بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس اُمت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ "ظلی" ہو یا "بروزی"۔ "اُمتی" ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب، بہرحال جو شخص نبی ہوگا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوگا اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے ماننے والے ایک اُمت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک اُمت نہ بننے دے۔ لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اس کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیئے۔

"مسیح موعود" کی حقیقت

نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں "مسیح موعود" کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اور مسیح نبی تھے اس لیے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق۔

اِسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "مسیح موعود" سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں۔ اُن کا تو انتقال ہو چکا اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیلِ مسیح ہے یعنی حضرت عیسیٰ کے مانند ایک مسیح ہے۔ اور وہ فلاں شخص ہے جو آ چکا ہے اس کا ماننا عقیدۂ نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

اِس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہم یہاں پُورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کیے دیتے ہیں جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنایا جا رہا ہے۔

احادیث در بابِ نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

(۱) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبل احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرًا من الدنیا و ما فیها (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم، مسلم، باب نزول عیسیٰ۔ ترمذی، ابواب الفتن۔ باب فی نزول عیسیٰ۔ مسند احمد، مرویات ابی ہریرہؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ضرور اُتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر ڈالیں گے[1] اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے۔ دوسری روایت میں حرب کے بجائے جزیہ

---

[1] صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کا لفظ ہے یعنی جزیہ ختم کر دیں گے[1] اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اُس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور میں ایک سجدہ کر لینا دُنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہوگا۔

(۲) ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ان الفاظ میں ہے کہ لا تقوم الساعۃ حتی ینزل عیسٰی ابن مریمؑ ..... " قیامت قائم نہ ہوگی جب تک نازل نہ ہولیں عیسٰی ابن مریمؑ ..... " اور اس کے بعد وہی مضمون ہے جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔ (بخاری) کتاب المظالم۔ باب کسر الصلیب۔ ابن ابن ماجہ، کتاب الفتن۔ باب فتنۃ الدجال۔

(۳) عن ابی ھریرۃ انّ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (بخاری) کتاب احادیث الانبیاء۔ باب نزول عیسٰی مسلم، بیان نزول عیسٰی۔ مسند احمد۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دین عیسوی کی پُوری عمارت اس عقیدہ پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسٰی) کو صلیب پر "لعنت" کی موت دی جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا۔ اور انبیاء کی اُمتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اُنھوں نے صرف عقیدہ کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسٰی علیہ السلام آکر خود اعلان کردیں گے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں نہ میں نے صلیب پر جان دی نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا تو عیسائی عقیدہ کے لیے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لیے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا، تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

[1] دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ملتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملّتِ اسلام میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ اسی بات پر آگے احادیث نمبر ۵ و ۱۵ دلالت کر رہی ہیں۔

مرویات ابی ہریرہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے ہوگے تم جب کہ تمہارے درمیان ابن مریمؑ اُتریں گے۔ اور تمہارا امام اُس وقت خود تم میں سے ہوگا۔[1]

(۴) عن ابی ھریرۃ ۔ ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال ینزل عیسٰی ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصلیب وتجمع لہ الصّلوٰۃ ویعطی المال حتی لا یقبل ویضع الخراج وینزل الروحاء فیحج منھا او یعتمر او یجمعھما (مسند احمد، بسلسلۂ مرویات ابوہریرہؓ مسلم، کتاب الحج، باب جواز التمتع فی الحج والقران)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسٰی ابن مریم نازل ہوں گے پھر وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لیے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اُسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ خراج ساقط کر دیں گے اور روحاء[2] کے مقام پر منزل کرکے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے۔ یا دونوں کو جمع کریں گے۔

(راوی کو شک ہے کہ حضورؐ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی تھی)۔

(۵) عن ابی ھریرۃ (بعد ذکر خروج الدجّال) فبینما ھم یعدون للقتال یسوّون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فینزل عیسٰی ابن مریم فامّھم فاذا رأہ عدو اللّٰہ یذوب کما یذوب الملح فی الماء ولو ترکہ لانذاب حتی یھلک ولکن یقتلہ اللّٰہ بیدہ فیریھم دمہ

[1] یعنی نماز میں حضرت عیسٰی امامت نہیں کرائیں گے بلکہ مسلمانوں کا جو امام پہلے سے ہوگا اسی کے پیچھے وہ نماز پڑھیں گے۔ [2] مدینہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام۔

حربتہ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن ...... باب الملاحم، بحوالہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دجّال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا، اِس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں باندھ رہے ہوں گے۔ اور نماز کے لیے تکبیر اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے۔ اور اللہ کا دُشمن (یعنی دجّال) ان کو دیکھتے ہی اِس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اس کے حال ہی پر چھوڑ دیں اور وہ آپ ہی گھل کر مر جائے۔ مگر اللہ اُس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

(۶) عن ابی هُریرة ان النبی صلے اللہ علیه وسلّم۔ قال لیس بینی وبینه نبی (یعنی عیسٰی) وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصرتین کان رأسه یقطرو ان لم یصبه بلل فیقاتل النّاس علے الاسلام فید ق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلك الله فی زمانه الملل کلّها الا الاسلام ویهلك المسیح الدّجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصل علیه المسلمون۔ (ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال۔ مُسند احمد، مرویات ابوہریرہؓ)

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور ان کے (یعنی عیسیٰؑ) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اُترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں۔ رنگ مائل بہ سُرخی و سپیدی ہے، اور زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے، اُن کے

سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب اُن سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اِسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو پاش پاش کر دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں تمام ملتوں کو مٹا دے گا۔ اور وہ مسیح دجّال کو ہلاک کر دیں گے۔ اور زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے پھر اُن کا انتقال ہو جائے گا۔ اور مسلمان اُن کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(۷) عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسُول اللہ صلے اللہ علیه وسلم فینزل عیسٰی ابن مریم صلے اللہ علیه وسلم فیقول امیرهم تعال فصلّ فیقول لا ان بعضکم علے بعضٍ امراء تکرمة اللہ هٰذه الامة۔ (مسلم بیان نزول عیسیٰ ابن مریم، مُسند احمد، سلسلہ مرویات جابر بن عبد اللہ)

حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ ...... پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ آیئے، آپ نماز پڑھائیے۔ مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو[1]۔ یہ وہ اس عزّت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے۔

(۸) عن جابر بن عبد اللہ (فی قصته ابن صیاد) فقال عمر بن الخطاب ائذن لی فاقتله یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم ان یکن هو فلست صاحبه انما صاحبه عیسٰی ابن مریم علیه الصلٰوة والسّلام وان لا یکن فلیس لك ان تقتل رجلا من اهل العهد (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب قصۂ ابن صیاد بحوالہ شرح السنہ بغوی)

---

[1] یعنی تمہارا امیر خود تم ہی میں سے ہونا چاہیئے

جابر بن عبداللہؓ (قصۂ ابن صیاد کے سلسلہ میں روایت کرتے ہیں کہ پھر عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی شخص (یعنی دجال) ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو بلکہ اسے تو عیسیٰ ابن مریم ہی قتل کریں گے۔ اور اگر یہ وہ شخص نہیں ہے تو تمہیں اہلِ عہد (یعنی ذمیوں) میں سے ایک آدمی کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

(۹) عن جابر بن عبد الله (فی قصة الدجال) فاذا هم بعیسیٰ ابن مریم علیه السّلام فتقام الصّلوٰة فیقال له تقدم یا روح الله فیقول لیتقدم امامکم فلیصلّ بکم فاذا صلی صلوٰة الصبح خرجوا الیه قال فحین یریٰ الکذاب ینماث کما ینماث الملح فی الماء فیمشی الیه فیقتلهٗ حتی ان الشجر والحجر ینادی یا روح الله هٰذا الیهودی فلا یترك ممن کان یتبعه احدا الا قتلهٗ۔ مسند احمد۔ بسلسلہ روایات جابر بن عبداللہؓ"

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ (دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے نبیؐ نے فرمایا)" اس وقت یکایک عیسیٰ ابن مریمؑ مسلمانوں کے درمیان آجائیں گے۔ پھر نماز کھڑی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے۔ مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تمہارے امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے، وہی نماز پڑھائے۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسلمان دجال کے مقابلہ پر نکلیں گے۔ فرمایا جب وہ کذاب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا

ہے۔ دجال کے پیروؤں میں سے کوئی نہ بچے گا جو قتل نہ کر دیا جائے۔

(۱۰) عن النواس بن سمعان (فی قصة الدجال) فبینما هو کذٰلك اذ بعث الله المسیح ابن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرودتین واضعًا کفیه علیٰ اجنحة ملکین اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدّر منه جمان کاللؤلؤ ولا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتهی الی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لُدّ فیقتلهٗ (مسلم، ذکر الدجال ابوداؤد۔ کتاب الملاحم، باب خروج الدجال۔ ترمذی۔ ابواب الفتن، باب فی فتنة الدجال ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنة الدجال)

حضرت نواس بن سمعان کلابی (قصۂ دجال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں۔ اس اثناء میں کہ دجال یہ کچھ کر رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کے حدِ نظر تک جائے گی وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لُدؔ[1] کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔"

(۱۱) عن عبد الله بن عمروؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الدجال فی امتی فیمکث، اربعین (لا ادری اربعین یومًا او اربعین

---

[1] واضح رہے کہ لُد فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔

شہراً او اربعین عاماً) فیبعث اللہ عیسٰی ابن مریم کانہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ ثم یمکث النّاس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ (مسلم ذکر الدجال)

"عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دجال میری اُمت میں نکلے گا اور چالیس؎ (میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال) رہے گا پھر اللہ عیسٰی ابن مریمؑ کو بھیجے گا۔ ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (ایک صحابی) سے مشابہ ہوگا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی۔

(۱۲) عن حذیفۃ بن اسید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انھا لن تقوم حتی ترون قبلھا عشر ایات فذکر الدخان والدجال والدابۃ و طلوع الشمس من مغربھا و نزول عیسٰی ابن مریم ویاجوج وماجوج و ثلثۃ خسوف خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب واٰخر ذالک نار تخرج من الیمن تطرد النّاس الی محشرھم۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔ ابوداؤد۔ کتاب الملاحم۔ باب امارات الساعۃ)

"حذیفہ بن اسیدی الغفاری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات [illegible] رہی ہے۔ لوگوں نے ذکر کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے فرمایا

؎ یہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کا قول ہے۔

وہ ہرگز قایم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہوجائیں۔ پھر آپؐ نے وہ دس نشانیاں یہ بتائیں (۱) دھواں (۲) دجّال (۳) دابۃ الارض۔ (۴) سُورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) عیسٰی ابن مریم کا نزول (۶) یاجوج و ماجوج (۷) تین بڑے خسف؎۔ ایک مشرق میں (۸) دُوسرا مغرب میں (۹) تیسرا جزیرۃ العرب میں۔ (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اُٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔

(۱۳) عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ تعالٰی من النار۔ عصابۃ تغزوا الھند، وعصابۃ تکون مع عیسٰی ابن مریم علیہ السّلام۔

(نسائی، کتاب الجہاد۔ مسند احمد۔ بسلسلہ روایات ثوبان)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا، میری اُمّت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دُوسرا وہ جو عیسٰی ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔"

(۱۴) عن مجمع بن جاریہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ (مسند احمد ترمذی، ابواب الفتن)۔

مجمع بن جاریہ انصاری کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ابن مریم دجّال کو لُدّ کے دروازے پر قتل کریں گے۔

؎ زمین دھنس جانا۔

(۱۵) عن ابی امامة الباهلی (فی حدیث طویل فی ذکر الدجال)
فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسٰی ابن مریم فرجع ذالک الامام ینکص یمشی قهقرٰی لیقدم عیسٰی فیضع عیسٰی یدهٗ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسٰی علیه السلام افتحوا الباب فیفتح ووراءه الدجال ومعه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلّی وساج فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق هاربًا ویقول عیسٰی ان لی فیک ضربة لن تسبقنی بها فیدرکه عند باب اللّد الشرقی فیهزم اللّٰه الیهود...... وتملأ الارض من المسلم کما یملأ الاناء من الماء وتکون الکلمة واحدة فلا یعبد الا اللّٰه تعالٰی۔ (ابن ماجه، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال)

ابو اُمامہ باہلی (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکا ہو گا عیسٰی ابن مریم ان پر اتر آئیں گے۔ امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسٰی آگے بڑھیں، مگر عیسٰی اُس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ، کیونکہ یہ تمہارے لیے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسٰی علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ چنانچہ وہ دروازہ کھولا جائے گا باہر دجال، ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہو گا۔ جونہی حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اُس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسٰی کہیں گے، میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جا سکے گا وہ اُسے لُدّ کے مشرقی دروازے

پر جا لیں گے۔ اور اللہ یہودیوں کو ہرا دے گا اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے۔ سب دُنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو گی۔"

(۱۶) عن عثمان بن ابی العاص قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول.... وینزل عیسٰی ابن مریم علیه السلام عند صلوٰة الفجر فیقول له امیرهم یاروح اللّٰه تقدم، صلّ فیقول هٰذه الامة بعضهم امراء علی بعض فیتقدم امیرهم فیصل فاذا قضی صلوٰته اخذ عیسٰی حربته بین شندوبته فیقتله، ویُهزم اصحابه لیس یومئذ شیءٌ یواری منهم احدًا حتی ان الشجرة لتقول یا مومن هٰذا کافر ویقول الحجر یا مومن هٰذا کافر (مسند احمد، طبرانی، حاکم)

"عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے.... اور عیسٰی ابن مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اتر آئیں گے۔ مُسلمانوں کا امیر اُن سے کہے گا کہ اے رُوح اللہ آپ نماز پڑھائیے۔ وہ جواب دیں گے کہ اس اُمت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔ تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسٰی اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف چلیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ عیسٰی علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے مگر کہیں انھیں چھپنے کو جگہ نہ ملے گی۔ حتیٰ کہ درخت پکاریں گے۔ اے مومن یہ کافر یہاں موجود ہے۔ اور پتھر پکاریں گے کہ اے مؤمن یہ کافر یہاں موجود ہے۔"

(۱۷) عن سمرة بن جندب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (فی حدیث طویل) فیصبح فیهم عیسٰی ابن مریم فیهزمه اللّٰه و

جنودہ حتی ان اجذ م الحائط و اصل الشجر لینادی یا مؤمن ھذا کافر یستتر بی فتعال اقتلہ (مسند احمد۔ حاکم)

سمرہ بن جندب (ایک طویل حدیث میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، پھر صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسٰی ابن مریم آجائیں گے اور اللہ دجّال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔ یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی کہ اے مؤمن یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آ اور اسے قتل کر۔"

(۱۸) عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین علی من ناواھم حتی یاتی امر اللہ تبارک و تعالیٰ و ینزل عیسٰی ابن مریم علیہ السلام (مسند احمد)

"عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور عیسٰی ابن مریم نازل ہو جائیں۔

(۱۹) عن عائشۃ (فی قصۃ الدجّال) فینزل عیسٰی علیہ السلام فیقتلہ ثم یمکث عیسٰی علیہ السلام فی الارض اربعین سنۃ اماما عادلاً و حکما مقسطاً (مسند احمد)

حضرت عائشہؓ (دجّال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں: پھر عیسٰی علیہ السلام اتریں گے اور دجّال کو قتل کردیں گے۔ اس کے بعد عیسٰی علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف

کی حیثیت سے رہیں گے۔

(۲۰) عن سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فی قصۃ الدجّال) فینزل عیسٰی علیہ السلام فیقتلہ اللہ تعالیٰ عند عقبۃ افیق (مسند احمد)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ (دجّال کے قصے میں) روایت کرتے ہیں، پھر عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجّال کو افیق کی گھاٹی کے قریب ہلاک کردے گا۔

(۲۱) عن حذیفۃ (فی ذکر الدجّال) فلما قاموا یصلّون نزل عیسٰی ابن مریم امامھم فصلّی بھم فلما انصرف قال ھکذا فرجوا بینی و بین عدو اللہ ...... ویسلط اللہ علیھم المسلمین فیقتلونھم حتی ان الشجر والحجر لینادی یا عبد اللہ یا عبد الرحمٰن یا مسلم ھذا الیھودی فاقتلہ فیفنیھم اللہ تعالیٰ ویظھر المسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیۃ (مستدرک حاکم۔ مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)

حضرت حذیفہ بن یمان (دجّال کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتے

لہ افیق۔ جسے آج کل فیق کہتے ہیں شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجودہ ریاست شام کا آخری شہر ہے۔ اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلے پر طبریہ نامی جھیل ہے جس میں سے دریائے اُردن نکلتا ہے اور اس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستہ ہے جو تقریباً ڈیڑھ دو ہزار فٹ تک گہرائی میں اُتر کر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں سے دریائے اُردن طبریہ میں سے نکلتا ہے۔ اسی پہاڑی راستہ کو عقبۂ افیق (افیق کی گھاٹی) کہتے ہیں۔

ہیں پھر جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں گے تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسٰی ابن مریم اُتر آئیں گے اور وہ مسلمان کو نماز پڑھائیں گے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دُشمنِ خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ.... اور اللہ (دجّال کے ساتھیوں پر مُسلمانوں کو مسلّط کر دے گا اور مسلمان انہیں خوب ماریں گے) یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے عبداللہ، اے عبدالرحمٰن، اے مسلمان! یہ رہا ایک یہودی، مار اسے۔ اس طرح اللہ ان کو فنا کر دے گا اور مسلمان غالب ہوں گے، اور صلیب توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ساقط کر دیں گے۔"

یہ جملہ ۲۱ روایات ہیں جو ۱۴ صحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔ اگرچہ کہ ان کے علاوہ دُوسری بہت سی احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے، لیکن طول کلام سے بچنے کے لیے ہم نے ان سب کو نقل نہیں کیا ہے۔ صرف وہ روایتیں لے لی ہیں جو سند کے لحاظ سے قوی تر ہیں۔

اِن احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جو شخص اِن احادیث کو پڑھے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کسی "مسیح موعود" یا "مثلِ مسیح" یا "بروزِ مسیح" کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے نہ ان میں اس امر کی گنجایش ہے کہ کوئی شخص اس زمانے میں کسی ماں کے پیٹ اور کسی باپ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کر دے کہ میں ہی وہ مسیح ہوں جس کے آنے کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی یہ تمام

حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں اُن عیسٰی علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں۔ جواب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لا حاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اُٹھا لانے پر قادر ہے ورنہ یہ بات بھی اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دُنیا میں واپس لے آئے بہر حال جو شخص حدیث کو مانتا ہے اُسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسٰی ابن مریم ہوں گے۔ وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے۔

دُوسری بات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کا یہ دوبارہ نزول نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا نہ ان پر وحی نازل ہوگی نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے نہ وہ شریعتِ محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے نہ ان کو تجدید دین کے لیے دُنیا میں لایا جائے گا نہ وہ آکر لوگوں کو اپنے اُوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک اُمّت الگ بنائیں گے۔ وہ صرف ایک کارِ خاص کے لیے بھیجے جائیں گے۔ اور وہ یہ ہوگا کہ دجّال کے فتنہ کا استیصال کر دیں۔ اس غرض کے لیے وہ ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہوگا انہیں اس امر میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ یہ عیسٰی ابن مریم ہی ہیں جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ جو بھی مسلمانوں کا امام اُس وقت

ہوگا اُسی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور جو بھی اُس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا اُسی کو آگے رکھیں گے تاکہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت میں آئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں اگر خدا کا پیغمبر موجود ہو تو نہ اس کا کوئی امام دُوسرا شخص ہو سکتا ہے اور نہ امیر، پس جب وہ مسلمانوں کی جماعت میں آکر محض ایک فرد کی حیثیت سے شامل ہوں گے تو یہ گویا خود بخود اس کا اعلان ہوگا کہ وہ پیغمبر کی حیثیت سے تشریف نہیں لائے ہیں اور اس بنا پر ان کی آمد سے مہرِ نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

ان کا آنا بلاشبہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدرِ ریاست کے دور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ ایک معمولی سمجھ بُوجھ کا آدمی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض آجانے سے آئین نہیں ٹوٹتا البتہ دو صُورتوں میں آئین کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ ایک یہ کہ سابق صدر آکر پھر سے فرائضِ صدارت سنبھالنے کی کوشش کرے، دُوسرے یہ کہ کوئی شخص اس کی سابق صدارت کا بھی انکار کردے۔ کیونکہ یہ اُن تمام کاموں کے جواز کو چیلنج کرنے کا ہم معنی ہوگا جو اس کے دورِ صدارت میں انجام پائے تھے۔

لہ اگرچہ دو روایتوں (نمبر ۵ و ۲۱) میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہونے کے بعد پہلی نماز خود پڑھائیں گے لیکن بیشتر قوی تر روایات (نمبر ۳، ۷، ۹، ۱۵، ۱۶) یہی کہتی ہیں کہ وہ نماز میں امامت کرانے سے انکار کریں گے اور جو اُس وقت مسلمانوں کا امام ہوگا اسی کو آگے بڑھائیں گے۔ اسی بات کو محدثین اور مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔

ان دونوں صُورتوں میں سے کوئی صُورت بھی نہ ہو تو بجائے خود سابق صدر کی آمد آئینی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتی، یہی معاملہ حضرت عیسٰی کی آمدِ ثانی کا بھی ہے کہ ان کے محض آجانے سے ختمِ نبوت نہیں ٹوٹتی البتہ اگر وہ آکر پھر فرائضِ نبوت انجام دینے شروع کردیں یا کوئی شخص ان کی سابق نبوت کا بھی انکار کردے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے آئینِ نبوت کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ احادیث نے پُوری وضاحت کے ساتھ ان دونوں صورتوں کا سدِ باب کردیا ہے۔

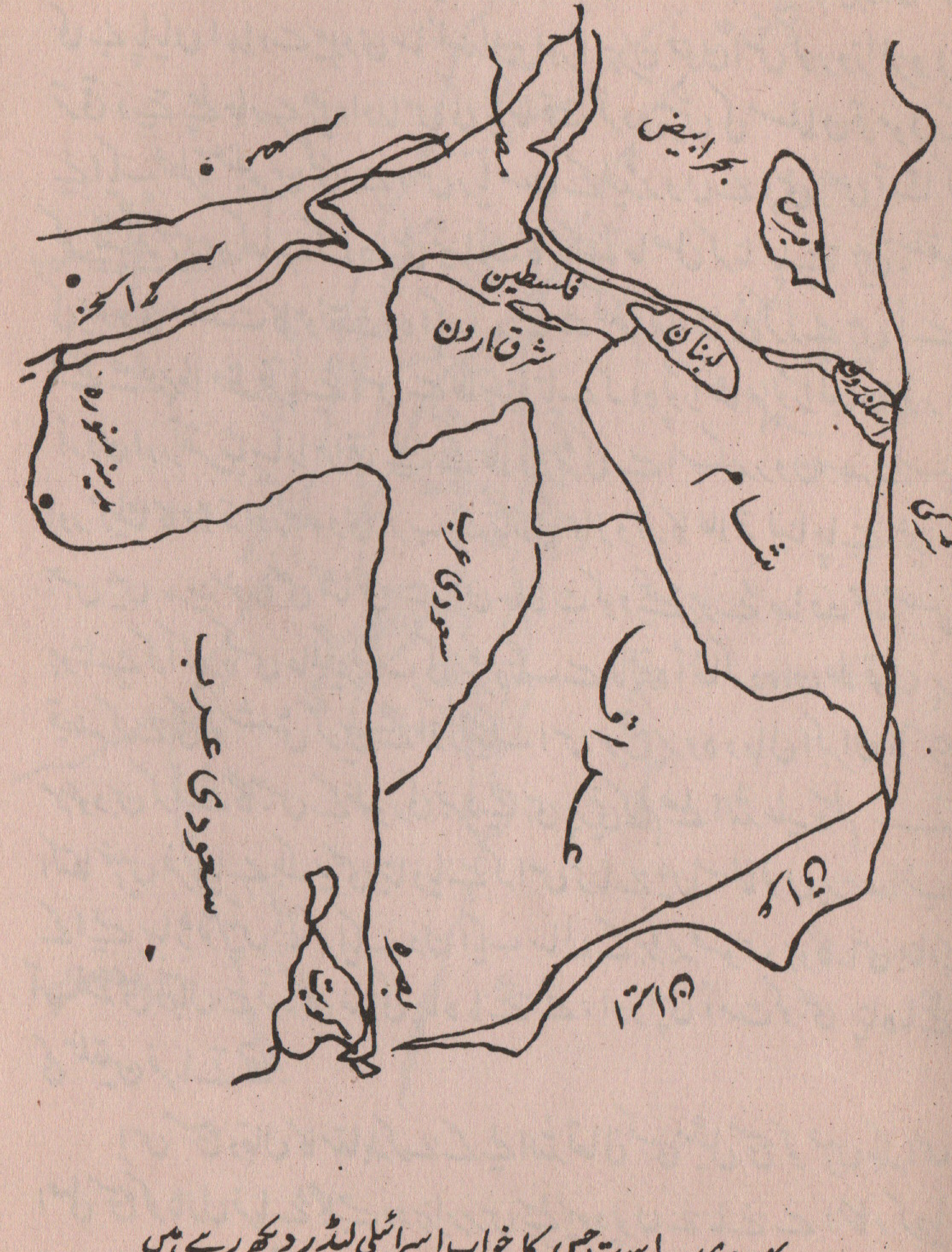
اسی طرح ان کی آمد سے مسلمان کے اندر کفر و ایمان کا بھی کوئی نیا سوال پیدا نہ ہوگا۔ اُن کی سابقہ نبوت پر تو آج بھی اگر کوئی ایمان لائے تو کافر ہو جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی اس نبوت پر ایمان رکھتے تھے اور آپ کی ساری اُمّت ابتداء سے ان کی مومن ہے یہی حیثیت اس وقت بھی ہوگی، مسلمان کسی تازہ نبوت پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کی سابقہ نبوت ہی پر ایمان رکھیں گے۔ جس طرح آج رکھتے ہیں، یہ چیز نہ آج ختمِ نبوت کے خلاف ہے نہ اس وقت ہوگی۔

آخری بات جو ان احادیث سے اور بکثرت دُوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجّال جس کے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنے کے لیے حضرت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے ہوگا۔ اور اپنے آپ کو "مسیح" کی حیثیت سے پیش کرے گا۔ اس معاملہ کی حقیقت کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک وہ یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی تصورات سے واقف نہ ہو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے درپے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انبیائے

بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک "مسیح" آنے والا ہے جو اُن کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشنگوئیوں کی بنا پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو لڑ کر ملک فتح کرے، بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لاکر فلسطین میں جمع کردے اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کردے لیکن ان کی توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰؑ ابن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے اُن کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اُنھیں ہلاک کرنے کے درپے ہوگئے۔ اُس وقت سے آج تک دُنیا بھر کے یہودی اُس "مسیح موعود" (PROMISED MESSIAH) کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوشخبریاں اُن کو دی گئی تھیں۔ اُن کا لٹریچر اس آنے والے دَور کے سُہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے۔ تلمود اور ربیّون کے ادبیات میں اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اُس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں، اور یہ اُمید لئے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی و سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں) اُنھیں واپس دلائے گا، اور دُنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لاکر اس ملک میں پھر سے جمع کردے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرق وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ فوراً یہ محسوس کریگا کہ اس دجّال اکبر کے ظہور کے لیے اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے جو حضورؐ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا مسیح موعود بن کر اُٹھے گا۔ فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم

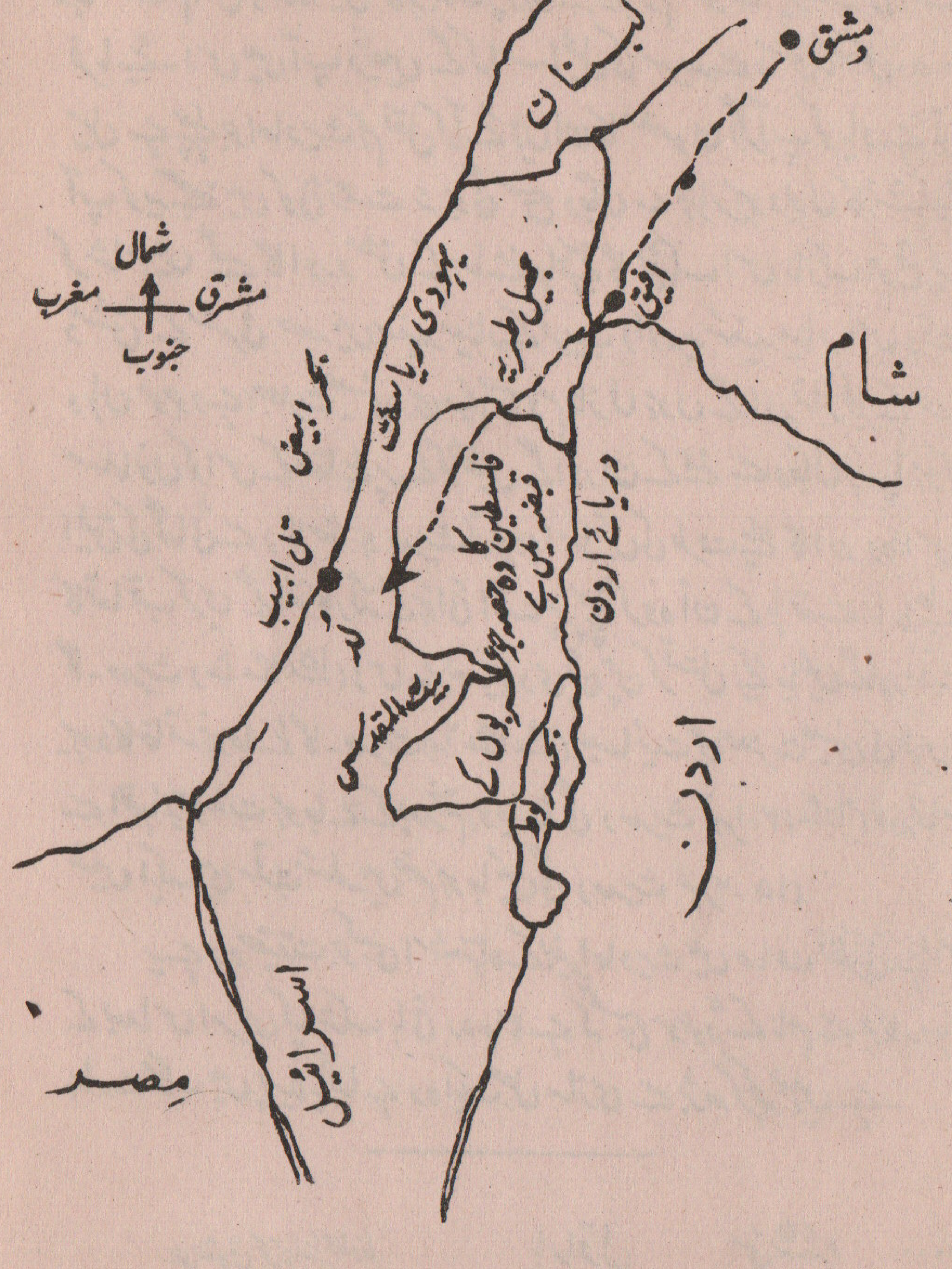
نقشہ نمبر ۱



وہ یہودی ریاست جس کا خواب اسرائیلی لیڈر دیکھ رہے ہیں

قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دُنیا بھر کے یہودی کھچ کھچ کر چلے آرہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنسدان اور ماہرین فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جا رہے ہیں اور اس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لیے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے۔ اس ریاست کے لیڈروں نے اپنی اس تمنّا کو کچھ چھپا کر نہیں رکھا ہے کہ وہ اپنی "میراث کا ملک" حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مستقبل کی یہودی سلطنت کا جو نقشہ وہ ایک مدت سے کھلم کھلا شائع کر رہے ہیں اُسے اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پُورا شام، پُورا لبنان، پُورا اُردن اور تقریباً سارا عراق لینے کے علاوہ ٹرکی سے اسکندرون، مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ لینا چاہتے ہیں۔ جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبونگ سے فائدہ اُٹھا کر وہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اس موقع پر وہ دجال اکبر ان کا مسیح موعود بن کر اُٹھے گا جس کے ظہور کی خبر دینے ہی پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ ایک دن ایک سال کے برابر محسوس ہوگا۔ اسی بنا پر آپ فتنۂ مسیح دجّال سے خود بھی خدا کی پناہ مانگتے تھے، اور اپنی اُمت کو بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مسیح دجّال کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح



کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی کیونکہ یہی مقام اُس وقت عین محاذِ جنگ پر ہوگا۔ براہِ کرم صفحہ ۵۵ پر نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ اسرائیل کی سرحد سے دمشق بمشکل ۵۰-۶۰ میل ہے پہلے جو احادیث ہم نقل کرآئے ہیں ان کا مضمون اگر آپ کو یاد ہے تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی زحمت نہ ہوگی مسیح دجّال ۷۰ ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا ٹھیک اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینار کے قریب (اور یہ سُفید مینار اس وقت وہاں موجود ہے) حضرت عیسٰی ابن مریم صبح دم نازل ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلے پر لے کر نکلیں گے اور ان کے حملے سے دجّال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے آخر کار لُدّ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ اُن کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ حدیث (۱۰، ۱۴، ۱۵) اس کے بعد یہودی چُن چُن کر قتل کیئے جائیں گے اور ملت یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حدیث (۹، ۱۵، ۲۱) عیسائیت بھی حضرت عیسٰی کی طرف سے اظہارِ حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی (حدیث نمبر ۱-۲، ۴-۶) اور تمام ملتیں ایک ہی ملتِ مُسلمہ میں ضم ہو جائیں گی (حدیث نمبر ۶-۱۵)

یہ ہے وہ حقیقت جو کسی اشتباہ کے بغیر احادیث میں صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد اس امر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ "مسیح موعود" کے نام سے جو کاروبار ہمارے مُلک میں پھیلایا گیا ہے وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

[redacted]